eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

Vol. 7 No. 2 (2025)

Iqbal and Nazrul: The Intellectual Architects of National Awakening

اقبال اور نذرل: قومی بیداری کے فکری معمار سخن ور

Dr. Beenish Siddiqua[1]*, Absar Ahmed[2], Khalid Hassan[3]
[1]Lecturer, Department of Urdu, Federal University of Urdu, [2]Researcher, [3]Lecturer, Sindh Madrasatul Islam University, Karachi
Corresponding Email: bynish@gmail.com

Abstract
This study examines the intellectual and poetic parallels between Muhammad Iqbal and Kazi Nazrul Islam, two towering figures united by faith, homeland, and the quest for freedom, yet divided by circumstance and expression. Iqbal's revolution was one of thought and spiritual awakening, while Nazrul's was one of fiery defiance and rebellion. Where Iqbal sought transformation through philosophy and introspection, Nazrul challenged oppression through impassioned verse and action. Despite differing methods, both poets inspired resistance, unity, and cultural resurgence. The paper highlights how their distinct voices converged toward the shared goal of national liberation and collective consciousness.

Keywords:
Allama Iqbal, Qazi Nazr ul Islam, Freedom, Revolution, Awakening, Nation, Independence

Received: 01-11-2025 **Accepted:** 10-12-2025 **Online:** 31-12-2025

This article is licensed under the Creative Commons Attribution (CC BY 4.0).
Free use, distribution, and reproduction permitted with proper citation of the original work.
© The Author(s).

ہندوستان میں بیسویں صدی فکری و قومی بیداری کا شعور ساتھ لائی تھی۔اس فکری بلندی کو عروج پر لانے میں جن تین فنکاروں کو معمار کا درجہ حاصل ہے۔ان میں اقبال، ٹیگوراور نذرل شامل ہیں۔اقبال اور ٹیگور دونوں ہی نذرل سے عمر میں کافی بڑے تھے۔ لیکن ان تینوں کی سخن وری کے عروج میں چند برس کا فرق ہے تاہم اختتام لگ بھگ ایک ہی ہے۔اقبال 1938 میں فوت ہوئے، ٹیگور 1941 میں رخصت ہوئے جبکہ نذرل کا سخن لاعلاج بیماری کے باعث 1942 میں خاموش ہو گیا۔

اقبال اور نذرل کی عمروں میں تئیس برس کا فرق ہے اس کے باوجود سخن وری کے اعتبار سے دونوں ہم عصر ہی کہلائیں گے۔اقبال ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، والدین نے ان کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی۔ گورنمنٹ کالج میں صوبہ پنجاب میں اول پوزیشن حاصل کی تو برطانوی تعلیمی اداروں کی جانب سے تعلیمی وظائف ملنے لگے۔ان ہی وظائف پر اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے لیے یورپ بھی

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
تصدیق
Vol. 7 No. 2 (2025)

گئے۔ معاش کے لیے تدریس کو شعبہ بنایا۔ وہ شاعر تو تھے ہی ساتھ ہی پروفیسر بھی تھے، بیرسٹر بھی اور ماہر معاشیات بھی۔ انہوں نے اردو میں اقتصادیات کی اولین کتاب بھی تصنیف کی۔

نذرل کے حالات زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے حالات عمر بھر دگرگوں ہی رہے۔ بد حالی، غربت، نامساعد حالات کے سبب نذرل کو کبھی معاشی سکون نصیب نہ ہوا۔ تعلیم کا حصول بھی ایک بڑا دردِ سر بن گیا۔ نامساعد حالات اور سیمابی طبیعت کی بدولت نذرل کبھی نان بائی بنے، کبھی ناٹک گروپ کا حصہ، کبھی فوج میں حوالدار۔ ہمارے دونوں شعراء میں سے ایک عیش و عشرت میں پلا تو دوسرا زمین پر لوٹ پوٹ ہو رہا۔ ان دونوں شعراء کی زندگی کے حالات، اطوار، آداب رہن سہن، اور زبان سب ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں۔ تاہم ادبی تناظر میں دونوں کا فن، فکری رفعت، شعری عظمت تقریباً ایک جیسی رخشندہ و تابندہ ہے۔ یکساں فروزش رکھتی ہے۔ غیر ملکی استعمار کے خلاف آواز حق بلند کی۔ قومی یکجہتی کی علامت بنے۔ ان کا پر خلوص فکر و سخن پوری قوم کے قلب و ذہن پر چھا گیا۔ اور انہوں نے کئی گنا طاقتور حکمرانوں کے شکنجے سے آزادی جیسی نعمت حاصل کرنے میں اپنی قوم کی رہنمائی کی۔

نذرل اسلام کی انقلابی شاعری میں ایک گھن گھرج ہے، چمک ہے، کاٹ ہے، شعلہ ہے، تپش ہے جلن ہے، کھولن ہے۔ جیسے کوئی طوفان کی آمد ہو۔ افکار کی ایک آگ ہے جو مقتدر حلقوں کو جلا کر بھسم کر دے۔ انہوں نے علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ پر انگریز سامراج کو للکارا۔ ڈرے، نہ جھکے، نہ بکے۔ بلکہ نعرہ حق زور پکڑتا گیا۔ اس جرات پر ملازمتوں سے نکالے گئے۔ جیلیں کاٹیں۔ بیالیس روز کی طویل بھوک ہڑتال کی۔ لیکن زبان بندی کا حکم ٹھوکر پر رکھا۔

دوسری جانب اقبال کی شاعری جذبات سے مبرا اور خالص نظریاتی اصولوں پر مبنی ہے جس نے آزادی کے شعلے تو بلند کیے لیکن مسلم قوم کو بغاوت سے باز رکھتے ہوئے دانائی کا وہ راستہ دکھایا جس سے غلامی کی کڑیاں از خود کھلتی رہیں۔ وہ پہلے پہل حکمرانوں سے ٹکر لینے کے بجائے قوم کی ذہن سازی اور مناسب وقت کے منتظر تھے۔ نوجوانی میں بھی اقبال فکر کی بلندی کے خواہش مند نظر آتے ہیں جس کا مظہر ان کی نظم "خضر راہ" ہے جس میں وہ کہتے ہیں۔

اٹھ کے اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں ترے ہی دور کا آغاز ہے۔(1)

اقبال صاحبِ مطالعہ تھے جنھوں نے شرق و غرب کا مطالعہ براہ راست انہی زبانوں میں کیا جس میں وہ تحریر ہوئیں۔ جبکہ ماحول کے جمود اور قوم کی حالتِ زار نے نذرل کو نعرہ زنی پر مجبور کیا۔ نذرل جوان خون تھا۔ جوش و جذبات سے لبریز۔ جبکہ اقبال کے فلسفے کی تعلیم نے انہیں جوانی میں ہی استغراق میں مشغول کر دیا تھا۔ جذبات کے بجائے فکر و تدبر ان کی شاعری پر حاوی رہا۔ جبکہ یہ اس مٹی کا بھی فرق ہے جو دونوں شاعروں کے خون میں رچی بسی تھی۔ نذرل اس بنگال سے تعلق رکھتے تھے جہاں سے انقلابی تحریکوں کا آغاز اور سامراج کے خلاف

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
تصدیق
Vol. 7 No. 2 (2025)

آواز روایت رہی ہے۔ جہاں بچہ بچہ اپنے حق کو جانتا اور ٹکر لینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ امام مسجد کا بیٹا ہونے کی وجہ سے نذرل کو صدائے حق وراثت میں ملی تھی۔ مسجد کے منبر سے اذان دی تو لوگوں نے لبیک کہا۔ اور جب بطور شاعر صدائے حق بلند کی تو معاشرے پر چھایا جمود ٹوٹا۔ اور لوگوں نے آواز سے آواز ملائی۔ اقبال کا گھرانا بھی دینی تھا جہاں ان کے والد قرآن کریم کی تلاوت میں مستغرق رہتے اور یہی تلقین اپنے فرزند کو اس طرح کرتے کہ قرآن کریم کی تلاوت ایسے کرو جیسے تم پہ اس کا نزول ہو رہا ہو۔

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف۔ (2)

جس وقت اقبال کو اپنی شعری صلاحیتوں کا احساس ہوا۔ اس وقت برصغیر کی فضا میں قومیت اور آزادی کا احساس ہر جذبے پر حاوی تھا۔ حالی کی نوحہ خوانی "اے خاصہ خاصان رسل یہ وقت دعا ہے" رنگ لا رہی تھی۔ لیکن "قلب کو گرمانے اور روح کو تڑپانے" والی فضا ابھی دور تھی۔ اس فضا میں "شکوہ" کا احساس پروان چڑھ رہا تھا۔ اقبال کی ابتداء بھی ماحول کے زیر اثر وطنیت سے ہوئی۔ ترانہ ہندی، نیا شوالا، ہمالہ اور ہندوستانی بچوں کا قومی گیت ایسی ہی نظمیں تھیں۔ جس میں اقبال کا میدانِ سخن میں والہانہ استقبال ہوا۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

یورپ میں صرف تین برس گزارنے اور لیبیا میں مغرب کی اسلام دشمنی واضح ہونے کے بعد اقبال کے خیالات یکسر تبدیل ہو گئے۔ وطنیت کا پرچار دم توڑ گیا اور اس کی مخالفت کے ساتھ اسلامی تصور قومیت کے علمبردار بن گئے۔ ان کے نزدیک دنیا میں صرف دو ہی قومیں تھیں۔ ایک اسلامی قومیت دوسری غیر اسلامی قومیت۔ ان کی شاعری کا محور و مرکز اسلامی قومیت ٹھہری۔ اور انہوں نے رومانویت کے زیر اثر نشاۃ الثانیہ کا خواب دیکھا۔ زبوں حال ہندوستانی مسلمانوں کو توحید کے راستے پر چل کر عزت و سرخروئی کی نوید دی جس میں ان کا زادِ راہ "خودی" ہے جس کا محور "عشق" سے عبارت ہے۔

خودی کی خلوتوں میں کبریائی
خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
زمین و آسمان و کرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی۔ (3)

اقبال نے فلسفے اور قانون کی اعلیٰ ترین اسناد حاصل کیں اور پھر امام غزالی اور مولانا روم کی طرح فلسفے کو بے معنی کر کے رکھ دیا۔ جس کے اظہار کے لیے یہی دو شعر کافی ہیں۔

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 7 No. 2 (2025)

پڑھ لیے میں نے علوم شرق و غرب
روح میں باقی ہے اب تک درد و کرب

اور

تو بھی ہے اسی قافلۂ شوق میں اقبال
جس قافلۂ شوق کا سالار ہے رومی

دوسری جانب نذرالاسلام صرف ایک شاعر ہی نہیں فنکار، موسیقار، ادیب ناول نگار، افسانہ نگار،، صحافی، مدیر، سارے شعبے انھوں نے چنے جس کی وجہ ذریعۂ معاش اور ان کا آرٹسٹک مزاج جو اہلِ بنگال میں بدرجۂ اتم موجود ہوتا ہے۔ انہوں نے صرف شاعری نہیں بلکہ دیگر جہتوں سے بھی ملی بیداری میں حصہ ڈالا۔ اقبال کے برعکس ان کے ہاں فلسفیانہ انداز نہیں ملتا۔ وہ عوامی لہجے کے "عوامی شاعر" تھے۔ فلسفیانہ مسائل سے ان کا کوئی سروکار نہیں۔

اقبال کی مخاطب پوری امت مسلمہ تھی تو نذرل کے مخاطب کوئی اور نہیں صرف ہندوستانی خصوصا بنگال کے رہنے والے ہیں۔ قومی بیداری سے مراد ان کے نزدیک انگریز کے خلاف اہل ہند کی بیداری تھی۔ زندگی نے ان کے ساتھ جو داؤ پیچ آزمائے تھے۔ وہ مسائل انہیں عام شخص کی زندگی اور سوچ سے ہم آہنگ کر گئے تھے۔ والدہ نے چار اولادوں کی موت کا صدمہ سہنے کے بعد دنیا کی بری نظروں سے بچانے کی خاطر انہیں "دکھو میاں" کا نام دیا۔ جوان کی زندگی پر حاوی ہی ہو گیا۔ دکھو میاں نے دکھوں کی چادر اوڑھی تو ہر دردمند شخص کی طرح انہیں اپنے جیسی دکھی انسانیت کا غم زیادہ شدت سے محسوس ہوا اور اسے انہوں نے زبان دی۔ والدین نے دکھو عرفیت رکھی تو گاؤں والوں نے "کشیپ" کے نام سے پکارا یعنی "سرپھرا لڑکا۔ ستم ظریفی یہ کہ، "سرپھر کرہی رہا"۔

معاشرتی مساوات کے علم بردار سرپھرے نے جب علم بغاوت بلند کیا تو انہیں "باغی شاعر" کا خطاب ملا۔ نذرل نے ایک جانب ظلم، ناداری، عدم مساوات اور غلامی کے خلاف آواز اٹھائی وہیں بنگلہ شاعری کے روایتی اسلوب کے خلاف بھی اعلان بغاوت کیا۔ دونوں حیثیتوں میں ان کی آواز انقلاب آفریں ثابت ہوئی۔

میں باغی ہوں فطرت مری شعلہ کار
مری سانس ہے موج برق و شرار
میں بڑھتا ہوں یلغار کرتا ہوا
کبھی رقص وحشت کا عنوان ہوں
کبھی آدمیت کی پہچان ہوں

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

Vol. 7 No. 2 (2025)

کبھی راگنی ہوں ، کبھی راگ ہوں
کبھی آب جولاں ، کبھی آگ ہوں۔ (4)

محنت اور ذہانت کے سبب اقبال اپنے شعبے کے ممتاز اور اساتذہ کے پسندیدہ ترین شاگرد تھے جن میں پروفیسر تھامس آرنلڈ جیسے افراد بھی شامل ہیں۔ مگر اقبال دنیا کی ترقی میں بھی اسلامی تہذیب و ثقافت کو نجات دہندہ سمجھتے ہیں جس کی وجہ اسلامی روح ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

دام تہذیب میں لکھتے ہیں۔

اقبال کو شک اس کی شرافت میں نہیں ہے
ہر ملک میں مظلوم کا یورپ ہے خریدار۔(5)

اقبال نے قوم کو تصور خودی دیا۔ مرد مومن، مرد کامل، عشق، عقل، تصور انسان وغیرہ ان تمام نظریات پر اقبال کی شاعری کا خاص محور ہے۔ اقبال کے مخاطب صرف ہندوستانی مسلمان نہیں بلکہ "کل مسلم امہ" ہے۔ وہ دنیا پر امامت کے خواہاں ہیں۔ جس کے لیے وہ اس وقت وہ "طلوع اسلام" لکھتے ہیں جب عثمانی خلافت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اس زوال کے زمانے میں اقبال اپنی نگاہِ دور بینی سے عروج دیکھتے ہوئے کہتے ہیں۔

سبَق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمزِ مسلمانی
اُخُوّت کی جہاں گیری، محبّت کی فراوانی
بُتانِ رنگ و خُوں کو توڑ کر ملت میں گُم ہو جا
نہ تُورانی رہے باقی، نہ ایرانی نہ افغانی
میانِ شاخساراں صحبتِ مرغِ چمن کب تک!
ترے بازو میں ہے پروازِ شاہینِ قہستانی

دوسری جانب عوامی شاعر نذرل نے شاعری کا آغاز ہمارے شہر کراچی سے کیا۔ جہاں وہ برطانوی فوج کی جانب سے

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 7 No. 2 (2025)

حوالدار تعینات تھے۔ پہلی جنگ عظیم کے اختتام پر اپنے علاقوں میں واپسی ہوئی تو یہ نوجوان پسے ہوئے طبقے کی ترجمانی کے لیے توانا آواز بن چکا تھا۔ بانگلار کتھا کے لیے نظم "بربادی کا گیت" لکھا۔ قومی تحریک کا یہ اولین گیت تھا۔ جس میں ان کی سامراج کے خلاف جنگجویانہ کیفیت کی عکاسی ہے۔ جو ماضی کے سودیشی گیتوں سے زیادہ اثر انگیز تھا۔

قید خانے کا آہنی دروازہ توڑ دو

خون میں نہائے اس چبوترے کو تہس نہس کر دو

جو بیڑیوں کی دیوی کی پوجا کے لیے بنایا گیا ہے۔

یہ گیت نذرل کی آئندہ رونما ہونے والی شاعری کے لیے نقش اول ثابت ہوا۔ اگلے ہی چند دنوں میں انہوں نے اپنی پہچان ثابت ہونے والی شاہکار نظم بدروہی (باغی) تخلیق کی۔ 6 جنوری 1922 کو "بجلی" نامی رسالے میں "بدروہی" باغی شائع ہوئی۔ (6)۔ یہ وہ نظم تھی جس نے نذرل کو تو دوام بخشا ہی لیکن جہاں کار سرکار میں زلزلہ برپا کیا۔ وہیں بنگلہ شاعری کا بہاؤ ہی بدل دیا۔

میں باغی ہوں ہند کا سرکش پسر۔۔۔ میں آندھی ہوں، صرصر ہوں، باد سموم

جھلستی ہوئی لو کا جھونکا ہوں میں۔۔ بگولہ میں لو کا ہوں، شعلہ ہوں میں

مری راہ میں جو بھی حائل ہوا۔۔ کیا بند بند میں نے اس کا جدا۔

میں ہوں رقص ان وحشیوں کا کہ جو۔۔ تھرکتے ہیں خود اپنی ہی تال پر

تمدن کی راہوں سے بیگانہ ہوں۔۔ ہے آزادی شمع اور میں پروانہ ہوں۔

یہ ایک طویل نظم تھی جو تحریک آزادی کی جدوجہد میں ایندھن کا کام کر گئی۔ اس کے اسلوب میں پایا جانے والا جوش و غضب ہندوستانیوں کو جنونی بنا دیتا تھا۔ اردو اس طبقے کو سب سے پہلے نذرل سے متعارف کرانے والے اختر حسین رائے پوری لکھتے ہیں۔

> باغی "ہمارے ادب میں اپنی قسم کی اچھوتی چیز ہے۔ وکٹر ہیوگو (طوفان) سوئن برن (ہرتھا)، اور لارڈ بائرن (غریب) جیسے باکمال شاعروں نے اس موضوع پر سیر حاصل نظمیں لکھی ہیں۔ پشکن کا ترانہ آزادی، روسی انقلابیوں کی دردزبان رہ چکا ہے۔ لیکن باغی کی رفعت و عظمت ان سب سے بڑھ کر ہے۔ اس میں بلا کا زور ہے۔ اور اس کی خوبی ان اضداد میں مضمر ہے۔ جن کی بوقلمونی سے شاعر نے یہ آتشیں بت بنایا ہے۔ بغاوت کا ایسا رنگ اور خاکہ مشکل سے کہیں ملے گا(8)

اس نظم کی گونج ہونے کی دیر تھی کہ نذرل کی شہرت کا ڈنکا پورے ہندوستان میں بج گیا۔ یہ نظم ان کے مزاج کی عکاس تھی۔ وہ ایسے باغی تھے جو تمام غلامیوں اور پابندیوں سے فی الفور آزادی چاہتے تھے۔ گیتوں اور موسیقی کی بدولت نذرل کی عوامی پذیرائی تو پہلے ہی

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
Vol. 7 No. 2 (2025)

موجود تھی۔ لیکن "باغی" نے عوام کے اپنے شاعر کو ایک نئی عوامی پہچان دی۔ وہ "شاعر بغاوت" تھے۔

جوش، جذبہ عروج پر تھا تو اس شاعرِ بے بدل کی اپنا رسالہ یا اخبار نکالنے کی خواہش نے زور پکڑا۔ یہ دیرینہ خواہش ہفتہ وار "دھوم کیتو" (شہاب ثاقب) کے اجراء سے پوری ہوئی۔ دھوم کیتو کا پہلا شمارہ 22 اگست 1922 کو شائع ہوا۔ دھوم کیتو کے ایک شمارے میں نذرالاسلام لکھتے ہیں۔

> "لوگ مجھ سے بار بار پوچھتے ہیں کہ دھوم کیتو کا نصب العین کیا ہے؟ اولاً دھوم کیتو ہندوستان کی مکمل آزادی چاہتا ہے۔۔۔ اگر ہم مکمل آزادی چاہتے ہیں تو ہمیں کچھ کرنے سے پہلے تمام قاعدوں اور ضابطوں، قیود اور پابندیوں کے خلاف بغاوت کرنی ہوگی۔ بغاوت کے معنی یہ نہیں کہ کسی شے کو خاطر میں ہی نہ لایا جائے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ہر اس شے کو جو آپ کے نزدیک بے معنی ہے بڑی بے باکی سے کہہ سکیں کہ "میں اسے قبول نہیں کرتا"۔[9]

دھوم کیتو کا ہر شمارہ نذرل کی شہرت کا باعث لیکن انتظامیہ کے لیے چیلنج بن جاتا۔ بلا آخر درگا پوجا کے موقعے پر لکھی گئی نظم "مسرت کی آمد "نذرل کی گرفتاری اور پرچہ ضبط کرنے کا سبب بن گئی۔ لیکن شہر سے باہر ہونے کی وجہ سے وہ کچھ روز گرفتار نہ کیے جاسکے۔ دیوالی کے موقعے پر لکھا گیا اداریہ "میں بھوکا ہوں"۔ جس کی بنیاد پر انہیں ایک سال قید کی سزا دی گئی۔ میں بھوکا ہوں میں نذرل نے ایک دیوانی عورت کی تصویر پیش کی ہے۔ جس کی آنکھوں میں آنسو اور شعلے نکلتے ہیں۔ لیکن اس کی ایک پکار ہے میں بھوکی ہوں۔ والدین کے روکنے کے باوجود نوجوان اس کی پرتاثیر پکار سن کر متاثر ہوتے ہیں۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ کھانا چاہیے یا کپڑوں کی ضرورت ہے۔ لیکن وہ پرسوز آواز میں چیختی ہے کہ وہ بھوکی ہے۔ اب لوگ اسے پہچان لیتے ہیں وہ مادر وطن ہے۔ نوجوانوں کا خون کھولتا ہے وہ اسے اپنا خون پیش کرتے ہیں۔ سویرے وہ ایک دیوانی عورت نہیں رہتی بلکہ ایک دیوی بن جاتی ہے۔ وہ اپنے بچوں کو مسکراہٹیں عنایت کرتی ہے۔ جنھوں نے اپنا خون دیا وہ مرے نہیں بلکہ زندہ وجاوید ہیں۔(10)

قید کے دوران انہوں نے باغیانہ شاعری ترک نہیں کی۔ ان کے اس دور کی یادگار ایک مشہور نظم ہے "بیڑیاں پہننے پر گیت"

> یہ بیڑیاں جو ہم نے پہنی ہیں۔ وہ ایک حیلہ ہیں، محض ایک دکھاوا ہیں۔
> انہیں پہن کر ہم ظالموں کو مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں۔(11)

نذرالاسلام دانشور نہیں تھے ۔ نہ ہی انہوں نے کبھی دانشور ہونے کا دعوا کیا۔ ان کے خیالات کا منبع ان کے دل سے شروع ہوتا تھا۔ وہی ان کے لیے سب کچھ تھا۔ وہی ان کا رہ نما، وہی ان کی کسوٹی۔ اختر حسین رائے پوری بجا فرماتے ہیں کہ جب ہم اس کے کلام کو پڑھتے ہیں تو اس کے خیالات سے اتفاق کریں نہ کریں۔ اس کی تحریک کی تائید کریں نہ کریں۔ لیکن اس کے خلوص کا سکہ ہمارے دل پر بیٹھ جاتا ہے اور اس کی سرفروشی کے آگے ہمارا سر ادب سے جھک جاتا ہے۔(12)

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
Vol. 7 No. 2 (2025)

دشوار، دراز تنگ راہیں۔۔۔ قدغن سی بنی ہوئی چٹانیں
یہ بحر مہیب و تند و زخار۔۔۔ ہشیار مسافر و خبر دار!
اس راہ سے تم کو ہے گزرنا۔۔ ظلمت میں ہے ڈوب کر ابھرنا
گرداب کے منہ میں ہے سفینہ۔۔ موجوں میں بھرا ہوا ہے کینہ
ہمراہ نہیں ہے راہ داں تک۔۔ ہے خستہ شکستہ بادباں تک
بے راہ روی سے دل ہوا سرد۔۔ ہاں ہے کوئی دوستو! جوانمرد
ایسے میں جو سنبھالے پتوار۔۔ ہشیار مسافر و خبر دار!(13)

یہ دونوں عظیم شعراء ہم مذہب بھی تھے اور ہم وطن بھی۔ لیکن دونوں کے لہجے رجحان متضاد تھے۔ دونوں ہندوستانی عوام پر طاری جمود پر حیران تھے۔ مضطرب تھے۔ ایک آگے بلاتا تھا دوسرا درخشاں ماضی کی جانب متوجہ کرتا تھا۔ دونوں ہی قوت و عمل کی دعوت دے رہے تھے۔ ایک طاقتور حاکم سے شکنجے سے نکلنے کا حوصلہ، ہمت اور جواں مردی تو سکھا رہا تھا لیکن منزل سے لاعلم تھا، دوسرا غلامی سے نکلنے کی تدبیر کے ساتھ شاندار مستقبل کا منظم طریقہ کار بھی پیش کر رہا تھا۔ پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ لکھتے ہیں۔

نذرالاسلام اقبال کی طرح "نقش کہن کو مٹا کر ایک جہانِ نو کی تخلیق کرنے کے آرزو مند تو ہیں۔ مگر وہ اسے بروئے کار لانے کا کوئی واضح اور منظم طریقہ کار پیش نہیں کر سکتے۔ یہ فضیلت ڈاکٹر اقبال کو حاصل ہے۔ وہ اپنی دنیا آپ پیدا کر" کا پیغام سناتے ہیں۔ وہ تشخیص مرض کے بعد اس کا علاج بھی پیش کرتے ہیں۔ قوم کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے ایک منظم طریقہ کار پیش کرتے ہیں۔ بہ الفاظ دیگر نذرالاسلام کے ہاں "بانگ درا" اور "ضرب کلیم تو ہیں۔ مگر "خضر راہ" نہیں۔ رابندر ناتھ کے ہاں طاؤس و رباب تو ملتا ہے مگر شمشیر و سناں نہیں۔ ہاں حکیم الامت ڈاکٹر اقبال کے ہاں "بانگ درا" بھی ہے۔ ضرب کلم بھی ہے اور خضر راہ بھی۔ طاؤس و رباب بھی ہے اور شمشیر و سناں بھی۔(14)

ملے گا منزلِ مقصود کا اُسی کو سُراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ
میسّر آتی ہے فُرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حُر کے لیے جہاں میں فراغ
فروغِ مغربیاں خیرہ کر رہا ہے تجھے
تری نظر کا نگہباں ہو صاحبِ 'مازاغ'۔(15)

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

Vol. 7 No. 2 (2025)

نذرل کسی آندھی طوفان کی مانند دنیائے ادب میں آئے،اور چھاگئے۔لیکن قدرت کی ستم ظریفی کہ ان کی پرجوش آواز نے جب ہندوستان بھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا،بچہ بچہ ان کے نام کام اور شان سے واقف ہوگیا تو بام عروج پر پہنچ کر یکایک یہ آواز خاموش ہوگئی۔لیکن اپنے ہم عصروں کے مقابلے میں سب سے کم عرصے کی سخنوری کرنے والے نذرل اتنے زود گو تھے کہ ان کا کلام اور دیگر کام اپنی تعداد اور وزن کے اعتبار سے سب سے بھاری رہے۔انہوں نے میٹھے ترانے گاکر نہیں بلکہ ڈنکا بجاکر قوم کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ان کی شاعری میں جواں ہمت،جواں مردی،بہادری،ولولہ اور غیرت سے بھرپور ہے۔وہ قوم کے ہر طبقے کو ساتھ لے کر چلے۔مرد ،عورت،،بچہ جوان،کسان مزدور۔مذہبی تعصب سے دور شاعر بغاوت پوری قوم کو لے کر چلا۔وہ شاعر بغاوت ہی نہیں شاعر مساوات بھی ہیں۔(16)

میں اس مساوات کے گیت گاتاہوں۔جہاں پہنچ کر
سب اختلافات اور تفرقے مٹ جاتے ہیں۔
جس کے سائے میں
ہندواور بودھ،مسلمان اور عیسائی ہم دوش ہو جاتے ہیں
میں اسی مساوات کا نغمہ سنج ہوں۔(17)

باوجوداس کے،کہ نذرل کی اشتراکیت بڑھ کے دہریت میں تبدیل ہورہی تھی۔جواقبال کی اسلامی قومیت کے نظریے سے یکسر متصادم تھی۔جس کی بناءپر دونوں شعراء کے درمیان نظریاتی اختلاف تھالیکن ایک دانشور کی حیثیت سے اقبال نے نوجوان شاعر نذرل کے شعروسخن سے کبھی انکار نہیں کیا۔

اختر حسین رائے پوری نے اپنی کتاب پیام شباب میں لکھا ہے کہ انہوں نے نذرالاسلام کی چند ترجمہ شدہ نظمیں علامہ اقبال کو دکھائیں تو وہ بہت خوش ہوئے۔کتابی صورت میں نظمیں چھاپنے کی بات بھی ہوئی۔دیر تک نذرل کا ذکر ہوتارہا۔اقبال نذرل کے خیالات کے سخت مخالف تھے لیکن شاعرانہ کمال کے بڑے معترف تھے۔(18)

اسی طرح غلام سرور فگار زہریلے آنسو کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ ایک روز ساقی میں شائع ہونے والے اردو ترجمے کے حوالے سے قاضی نذرالاسلام کاذکر آگیا۔وہ لکھتے ہیں کہ

"نوجوان سے خطاب" نظم کا کچھ حصہ میں نے علامہ اقبال کودکھایا۔کہنے لگے اس نظم کا زور بیان اور جوشیلے معانی نے خدامعلوم بنگالی نوجوانوں کے جذبات اور احساسات کی دنیامیں کہاں تک زندگی کی روح پھونکی ہوگی"۔(19)

نذرالاسلام کا پیغام مذہب وملت کی قیود سے آزاد ہے۔وہ کہتے ہیں کہ میں دور حاضر کا شاعر ہوں۔مستقبل کا پیغمبر نہیں ہوں۔

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210
تصدیق
Vol. 7 No. 2 (2025)

آنے والا زمانہ مجھے یاد کرے گا یا نہیں مجھے اس کی پروا نہیں۔اختر حسین رائے پوری کہتے ہیں کہ وہ اپنی نسل کی خدمت اس لیے کر سکا کہ اس نے ابد کی ڈائری میں اپنا نام ٹانکنے کو کوشش نہیں کی۔(20)

ان دونوں شخصیات کے فکری موازنے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ دونوں میں انقلابی روح کا مرکز نوجوان ہی ہیں۔اقبال نوجوان کو "ملت کا ستارہ" قرار دیتے ہیں تو نذرل "انقلاب کا ایندھن"۔۔اقبال "پرواز" کا حکم دیتے ہیں تو نذرل "چَول چَول چول" کے ذریعے آگے بڑھنے کا کہتے ہیں۔اقبال کے نزدیک آزادی کا مطلب ایک مستحکم اور منظم تصور کے ساتھ اسلامی ریاست ہے مگر نذرل کے نزدیک صرف آزادی ہی منزل ہے جس کے بعد کوئی واضح لائحۂ عمل نہیں بلکہ سب کچھ عوامی جذبات کے مطابق ہے پائے گا۔تاہم دونوں ہی شخصیات اس خطے میں مسلم قوم کی ترجمان بن کر اٹھیں۔اور دونوں ہی کچھ کچھ فکری راستے الگ ہونے کے باوجود 14 اگست 1947ء کو اس وقت ایک نکتے پر آ ملے جب دونوں کے خطے مسلم قومیت کی شناخت کے ساتھ "پاکستان" کے نام سے دنیا کے افق پر نمودار ہوئے۔گو کہ 1971ء میں مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر وہ 1947ء میں پاکستان نہ بنتا تو یقینا متحدہ بنگال کی صورت بھارت ہی کی ایک ریاست ہوتی۔یہ انھی دونوں ہستیوں کا فیضان ہے کہ آج جنوبی ایشیا میں پاکستان اور بنگلہ دیش کے نام سے دو مسلم ریاستیں جگمگا رہی ہیں اور دونوں کے سبز پرچم ان دونوں ہستیوں میں کے افکار کا سبزہ بکھیر رہے ہیں۔

حوالہ جات

1۔علامہ اقبال "بانگ درا" دہلی، غالب اکیڈمی، 1977، ص255
2۔علامہ اقبال "کلیاتِ اقبال (حصہ بال جبریل)" لاہور، اقبال اکادمی 2018، ص406
3۔علامہ اقبال "کلیاتِ اقبال (حصہ بال جبریل)"، ص410
4۔"شاعر آتش نوا" (قاضی نذر الاسلام اور ان کی نظمیں) مرتبہ اجمل اجملی، الہ آباد، ادارہ انیس اردو، 1960، ص16
5۔علامہ اقبال "کلیاتِ اقبال (حصہ ضرب کلیم)"، ص665
6۔شبیر احمد، کولکتا کا مضمون "قاضی نذر الاسلام" مشمولہ سہ ماہی مجلہ اذکار "مدیر ڈاکٹر انیس صدیقی، بنگلور، کرناٹک اردو اکادمی، جنوری 2010، ص165
7۔اختر حسین رائے پوری کا مضمون، مشمولہ "شاعر آتش نوا" مرتبہ اجمل اجملی، الہ آباد، ادارہ انیس اردو، 1960، ص82
8۔اختر حسین رائے پوری کا مضمون، مشمولہ "شاعر آتش نوا" مرتبہ اجمل اجملی، الہ آباد، ادارہ انیس اردو، 1960، ص82
9۔"صدائے زنداں" (نذر الاسلام کی نظموں کا اردو ترجمہ) کلکتہ، مغربی بنگال اردو اکادمی، 1988، ص21
10۔چکرورتی، بسودھا "قاضی نذر الاسلام" نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا، سال اشاعت ندارد، ص34

eISSN: 2707-6229
pISSN: 2707-6210

تصدیق

Vol. 7 No. 2 (2025)

11۔"صدائے زنداں"(نذرالاسلام کی نظموں کا اردو ترجمہ)1988،ص۔25

12۔"پیام شباب"مترجم و مرتبہ اختر حسین رائے پوری،دہلی۔انجمن ترقی اردو1939،ص28

13۔"صدائے زنداں"(نذرالاسلام کی نظموں کا اردو ترجمہ)،ص41

14۔محمد عبداللہ،پروفیسر"نذرالاسلام(حیات اور کارنامے)ڈھاکہ،نذرل انسٹی ٹیوٹ،2006،ص234

15۔علامہ اقبال"کلیات اقبال(حصہ ضرب کلیم)"،ص598

16۔بھٹاچاریہ،شانتی رنجن"اقبال،ٹیگور اور نذرل(تین شاعر،ایک مطالعہ)کلکتہ،ہندوستان آرٹ پریس،1978،ص105

17۔"آتش و گل"مرتبہ ڈاکٹر کنیز بتول،ڈھاکہ،نذرل انسٹی ٹیوٹ،2006،ص40

18"پیام شباب"مترجم و مرتبہ اختر حسین رائے پوری،،ص30

19۔فگار،غلام سرور"زہریلے آنسو"حیدرآباد دکن،نفیس اکیڈمی،1948،ص7

20۔"پیام شباب"مترجم و مرتبہ اختر حسین رائے پوری،،ص30

Romanized References

1. Iqbal, Allama. *Bang-e-Dara*. Dilli: Ghalib Academy, 1977, 255.
2. Iqbal, Allama. *Kulliyat-e-Iqbal (Hissa Bal-e-Jibril)*. Lahore: Iqbal Academy, 2018, 406.
3. Iqbal, Allama. *Kulliyat-e-Iqbal (Hissa Bal-e-Jibril)*, 410.
4. Ajmali, Ajmal, Compiled by:. *Shair Aatish-Nawa (Qazi Nazrul Islam aur un ki Nazmein)*. Allahabad: Idara Anis Urdu, 1960, 16.
5. Iqbal, Allama. *Kulliyat-e-Iqbal (Hissa Zarb-e-Kalim)*, 665.
6. Shabbir Ahmad. “Qazi Nazrul Islam.” *Azkār* (sah-maahi), mudir Dr. Anees Siddiqi. Bangalore: Karnataka Urdu Academy, January 2010, 165.
7. Rai Puri, Akhtar Husain. “Maqala.” In *Shair Aatish-Nawa*, Compiled by: Ajmal Ajmali. Allahabad: Idara Anis Urdu, 1960, 82.
8. Rai Puri, Akhtar Husain. “Maqala.” In *Shair Aatish-Nawa*, Compiled by: Ajmal Ajmali. Allahabad: Idara Anis Urdu, 1960, 82.
9. *Sada-e-Zindan* (Nazrul Islam ki nazmon ka Urdu tarjuma). Kalkatta: Maghribi Bengal Urdu Academy, 1988, 21.
10. Chakravarti, Basudha. *Qazi Nazrul Islam*. National Book Trust, India, n.d., 34.
11. *Sada-e-Zindan* (Nazrul Islam ki nazmon ka Urdu tarjuma), 1988, 25.
12. *Payam-e-Shabab*, Translated & Compiled by: Akhtar Husain Rai Puri. Dilli: Anjuman Taraqqi-e-Urdu, 1939, 28.
13. *Sada-e-Zindan* (Nazrul Islam ki nazmon ka Urdu tarjuma), 41.

14. Abdullah, Muhammad, Professor. *Nazrul Islam (Hayat aur Karnamay)*. Dhaka: Nazrul Institute, 2006, 234.
15. Iqbal, Allama. *Kulliyat-e-Iqbal (Hissa Zarb-e-Kalim)*, 598.
16. Bhattacharya, Shanti Ranjan. *Iqbal, Tagore aur Nazrul (Teen Shair, Aik Mutala'a)*. Kalkatta: Hindustan Art Press, 1978, 105.
17. *Aatish-o-Gul*, Compiled by: Dr. Kaneez Batool. Dhaka: Nazrul Institute, 2006, 40.
18. *Payam-e-Shabab*, Translated & Compiled by: Akhtar Husain Rai Puri, 30.
19. Figar, Ghulam Sarwar. *Zahreelay Aansoo*. Hyderabad Deccan: Nafees Academy, 1948, 7.
20. *Payam-e-Shabab*, Translated & Compiled by: Akhtar Husain Rai Puri, 30.